امامُ الحرمین عبدالملک بن عبداللہ جوینی

اوران کی کتاب ''البرہان فی اصول الفقہ''

مولانا عتیق احمد بستوی
(استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء)

نام ونسب، تعلیم وتربیت:

امام الحرمین کا نام عبدالملک، والد کا نام عبداللہ اور سلسلۂ نسب یہ ہے:

عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف بن عبداللہ بن یوسف بن محمد بن حیّو یہ طائی سنسبی، کنیت ابوالمعالی، اور لقب ضیاءالدین نیز امام الحرمین ہے۔

امام ذہبی اور علامہ تاج الدین سبکی کے مطابق ۴۱۹ھ میں ان کی پیدائش ہوئی، بعض تذکرہ نگاروں نے ۴۱۷ھ میں ان کی ولادت تحریر کی ہے لیکن پہلا ہی قول راجح ہے۔

امام الحرمین کے والد شیخ ابومحمد عبداللہ بن یوسف نیشاپور کے ممتاز ترین صاحب تصانیف علماء میں سے تھے، انتہائی محتاط، متقی، زاہد اور شب زندہ دار بزرگ تھے۔ شیخ ابوالطیب سہل بن محمد صعلوکی، شیخ ابوبکر بن عبداللہ بن احمد قفال مروزی جیسے بلند پایہ اساتذہ سے کسب کمال کیا۔ فقہ میں انھیں خصوصی مقام حاصل تھا۔ امام شافعیؒ کی کتاب الرسالہ اور امام مزنی کی کتاب کی شرح لکھی۔ امام الحرمین کے والد ماجد بڑے صاحب کرامات بزرگ تھے، نیشاپور میں ان کے علم وتقویٰ کے چرچے تھے۔ نیشاپور میں ۴۳۸ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

امام الحرمین کے چچا شیخ ابوالحسن علی بن یوسف جوینی معروف بہ شیخ الحجاز معروف محدث اور صوفی تھے۔ علوم صوفیہ پر ان کی بعض تصنیفات ہیں۔ امام الحرمین کے دادا اپنے دور کے مشہور ادیب اور فاضل تھے۔ غرضیکہ ایک خالص علمی اور دینی خانوادے میں امام الحرمین کی پیدائش اور تعلیم وتربیت ہوئی۔

امام الحرمین کی والدہ ایک نیک سیرت صالحہ خاتون تھیں۔ ان کے والد شیخ ابومحمد جوینی نے اپنے ہاتھ کی حلال گاڑھی کمائی سے ایک ستودہ صفات باندی خریدی، اور برابر اپنی حلال کمائی سے ان کا رزق مہیا کرتے رہے، انہی

باندی کے بطن سے شیخ ابومحمد جوینی کے جلیل القدر صاحبزادے امام الحرمین عبدالملک جوینی پیدا ہوئے۔ ایام رضاعت میں بھی شیخ ابومحمد جوینی کو اس بات کا اہتمام رہا کہ امام الحرمین کی ماں کوئی مشتبہ غذا نہ کھائیں، اور امام الحرمین اپنی ماں کے سوا کسی اور خاتون کا دودھ نہ پئیں۔

امام الحرمین عبدالملک جوینی کی ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے والد شیخ ابومحمد جوینی کے زیر سایہ ہوئی، ان کے والد زبردست عالم زاہد، فقیہ واصولی تھے، اپنے ہونہار بیٹے کی تعلیم وتربیت میں انھوں نے اپنی بہترین صلاحتیں صرف کیں، بیٹے کی ذہانت، صلاحیت، شرافت ونجابت نے انھیں پوری طرح اپنی طرف متوجہ کرلیا۔

اپنے والد ماجد کے علاوہ انھوں نے شیخ ابوسعد نضرومی، شیخ ابوحسان محمد بن المزکی، شیخ منصور بن رامش، شیخ علی بن محمد طرازی وغیرہ سے بھی تعلیم حاصل کی، امام الحرمین عبدالملک جوینی کو قسام ازل نے خارق عادت حافظہ وذہانت اور نادرۂ روزگار عبقریت سے نوازا تھا۔ ۱۹، ۲۰ سال کی عمر میں انھوں نے اکثر علوم اسلامیہ میں کمال پیدا کرلیا، ان کے فضل وکمال، ذہانت اور حاضر جوابی کے چرچے ہونے لگے۔

۴۳۸ھ میں ان کے والد ماجد کی وفات ہوئی۔ اس وقت امام الحرمین کی عمر ۱۹، ۲۰ سال سے زائد نہیں تھی۔ اپنے والد کی وفات کے بعد ان کی مسند درس امام الحرمین نے سنبھالی۔ بہت جلد ان کے حلقۂ درس کو بڑی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی، علوم اسلامیہ کے طلبہ کا ان کی طرف رجوع بہت بڑھ گیا، مسند درس کو رونق بخشنے کے باوجود انھوں نے طلب علم کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ مدرسۃ البیہقی میں جاکر اپنے استاذ شیخ ابوالقاسم الاسکاف اسفرائنی سے اصول فقہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ان کے درس کا ناغہ نہیں کرتے تھے۔ ہر روز اپنا درس شروع کرنے سے قبل شیخ ابوعبداللہ خبازی کی خدمت میں حاضر ہوکر قرآن کی قرأتیں اور دوسرے علوم سیکھتے۔

امام الحرمین کی شہرت اور مقبولیت نے ان کے ذوق طلب میں اضافہ ہی کیا۔ ان کا آخر تک یہ معمول تھا کہ جب کسی علم یا فن کا ماہر کوئی شخص انھیں ملتا تو اس سے اس علم وفن کی تعلیم حاصل کرتے خواہ وہ عمر اور مرتبہ میں ان سے کتنا ہی کمتر ہو، حتیٰ کہ انھوں نے اپنے بعض تلامذہ سے بعض علوم سیکھے، امام ابوالقاسم قشیری کے صاحبزادے شیخ عبدالرحیم قشیری امام الحرمین کے شاگرد ہیں۔ انھوں نے ایک مدت تک امام الحرمین کے حلقہ درس سے وابستہ رہ کر علوم کی تحصیل کی۔ امام الحرمین نے بھی ان سے وصیت اور فرائض کے بعض مسائل سیکھے۔

علم کی لذت بے بہا نے انھیں ہر لذت سے غافل کردیا تھا۔ امام الحرمین فرماتے تھے۔

''میں بہ طور عادت نہ سوتا ہوں نہ کھاتا ہوں، جب نیند مجھے مغلوب کردیتی ہے خواہ رات ہو یا دن تو سوجاتا ہوں، جب کھانے کی غیر معمولی اشتہا ہوتی ہے تو کھالیتا ہوں۔''

امام الحرمین کا ذوق طلب آخر تک جوان تھا، وہ طلب علم کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے، ۴۶۹ھ

میں جب کہ امام الحرمین کی عمر پچاس سال سے متجاوز ہو چکی تھی اور ان کی شہرت وعظمت کا آفتاب نصف النہار پر تھا شیخ ابوالحسن علی بن فضال بن علی مجاشعی نحوی نیشاپور تشریف لائے، امام الحرمین نے ان کا زبردست استقبال واکرام کیا۔نحو پڑھنے کے لیے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، ہر روز شیخ مجاشعی نحوی کو اپنے گھر لے جاتے اور ان سے أکسیر الذهب فی صناعة الأدب پڑھتے، شیخ مجاشعی امام الحرمین کے ذوقِ طلب سے متاثر ہوکر فرماتے:

''میں نے اس امام کے مثل کسی کو علم کا عاشق نہیں دیکھا''۔

امام الحرمین نے شیخ ابوبکر احمد بن محمد بن حارث اصبہانی تمیمی سے بھی حدیث سنی، شیخ ابومحمد عبدالرحمن بن حسن بن علیک سے سنن دارقطنی سنی، شیخ ابوعبدالرحمن محمد بن عبدالعزیز نیلی سے بھی احادیث سنیں، حافظ ابونعیم اصبہانی نے بھی انھیں حدیث کی اجازت دی، انھوں نے بغداد میں شیخ ابومحمد جوہری سے بھی استفادہ کیا، غرضیکہ عمر کے ہر مرحلہ میں انھوں نے حصول علم کا سفر جاری رکھا۔

امام الحرمین کی تصنیفات:

امام الحرمین عبدالملک جوینی کی خدمات درس وتدریس، وعظ وتذکیر تک محدود نہیں تھیں، فقہ، اصول فقہ، علم کلام وغیرہ میں ان کی تصنیفات قیامت تک زندہ جاوید رہیں گی۔ان کی تحریریں مغز ہی مغز ہیں۔اسلوب تصنیف بڑا معجز نما اور پُرشوکت ہے، ان کے یہاں متقدمین کے نقول کم سے کم ہیں۔زیادہ تر خود ان کی تحقیقات اور ان کے نتائج غور وفکر ہیں، جس موضوع پر بھی لکھتے ہیں بہت گہرائی میں اترتے ہیں، اور زیر بحث موضوع کی گتھیاں بڑی آسانی سے سلجھاتے ہیں۔

امام الحرمین کے تذکرہ نگاروں نے ان کی تصنیفات کی تعداد چالیس ۴۰ سے زیادہ لکھی ہے، ان کی زیادہ تر تصنیفات فقہ، اصول فقہ اور علم کلام کے موضوع پر ہیں، چند اہم تصنیفات یہ ہیں:

فقہ واصول فقہ:

(۱) نهاية المطلب فی دراية المذهب: یہ کتاب فقہ اسلامی خصوصاً فقہ شافعی کی انسائیکلو پیڈیا ہے، مصنف نے اس میں اپنی فقہی تحقیقات کو یکجا کر دیا ہے۔

(۲) مختصر النهاية: یہ کتاب مذکورہ بالا کتاب کا اختصار ہے۔

(۳) البرهان فی أصول الفقه:

البرہان امام الحرمین کی مشہور ترین کتاب ہے، اصول فقہ کی تاریخ میں اسے سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ پہلی بار ڈاکٹر عبدالعظیم الدیب کی تحقیق کے ساتھ ۱۳۹۹ھ میں یہ کتاب دو جلدوں میں شائع ہوئی۔

(۴)الورقات: اصول فقہ میں مختصر سا متن ہے، اس کی بہت سی شرحیں کی گئیں۔

(۵)التحفہ: یہ کتاب بھی اصول فقہ کے موضوع پر ہے۔

علم کلام اور اخلاقیات:

(۶)الارشاد فی أصول الدین

(۷)الشامل فی أصول الدین

(۸)مدارک العقول

(۹)الرسالۃ النظامیۃ

(۱۰)غیاث الأمم فی التیاث الظلم (الغیاثی)

(۱۱)الدرۃ المضیئہ فیما وقع من خلاف بین الشافعیۃ والحنفیۃ

تصنیف کا اسلوب:

امام الحرمین کا اسلوبِ تصنیف بڑا بلیغ اور پرشکوہ ہے، ان کی ہر ہر سطر میں ادب و بلاغت کی چاشنی ہے۔ کتابوں کے موضوع کے اعتبار سے اسلوب میں بھی فرق ہے۔ اکثر اوقات بیان میں ایجاز و اختصار سے کام لیتے ہیں، اس لیے ان کی کتابوں کو کافی توجہ اور غور و فکر سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا پڑتا ہے، سہولت پسند طبیعتیں ان کے اسلوب سے مانوس نہیں ہوتیں۔

امام الحرمین کے مایۂ ناز شاگرد امام غزالی کی عام فہم تصانیف اور رواں دواں اسلوب نے امام الحرمین کی تصنیفات کو پردۂ خفا میں ڈال دیا۔ امام غزالیؒ کی تصنیفات کی غیر معمولی مقبولیت نے بہت سے بلند پایہ مصنفین کو گوشۂ گمنامی میں ڈال دیا۔ امام الحرمین کی شخصیت اور تصنیفات کو جس قدر شہرت اور قبولیت حاصل ہونی چاہئے تھی وہ نہ ہو سکی، پھر بھی ان کی تصنیفات کا گہرا اثر بعد کے مصنفین پر پڑا، علم کلام اور اصول فقہ کی کتابوں میں امام الحرمین کے اقوال و آراء کا حوالہ آتا رہا، ان کے بہت سے افکار و نظریات ان کے نام کے بغیر امام غزالیؒ کے ذریعہ بعد کی نسلوں تک پہنچے۔

درس و تدریس اور ممتاز تلامذہ:

امام الحرمین عبد الملک بن عبد اللہ بن یوسف جوینی نے تقریباً پوری زندگی درس و تدریس میں گزاری۔ ۴۳۸ھ میں ان کے والد کی وفات ہوئی، اس وقت ان کی عمر ۱۹، ۲۰ سال تھی۔ باپ کی وفات کے بعد اپنے والد کی مسند درس کو آباد کیا اور ان کی عبقریت، ذہانت، طلاقت لسانی، فصاحت بیانی کی وجہ سے دور دور ان کی درس کی شہرت پہنچ گئی اور طالبان علوم کا رجوع عام ہو گیا۔

اشاعرہ کے خلاف سلطان طغرل بک سلجوقی کے عہد میں عمید الملک منصور بن محمد کندری کی سازش سے فتنہ

برپا ہوا، سرمنبر امام ابوالحسن اشعری کو سب وشتم کیا جانے لگا اور اشاعرہ کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا جانے لگا تو کئی سو اشعری علماء نے نیشاپور اور ماوراء النہر سے ترک وطن کر کے دوسرے بلاد اسلامیہ میں پناہ لی، ترک وطن کرنے والے علماء میں امام الحرمین جوینی اور شیخ ابوالقاسم قشیری بھی تھے، بغداد اور دوسرے بڑے شہروں میں وہاں کے علماء ومشائخ سے استفادہ وافادہ کرتے ہوئے مکہ مکرمہ میں چار سال قیام کیا۔ حرم مکی میں علوم اسلامیہ کا درس دیتے اور پورے عالم اسلام سے آنے والے علماء سے علمی ملاقاتیں کرتے، مکہ مکرمہ کے بعد مدینہ منورہ بھی تشریف لے گئے، وہاں وتدرس وتدریس کا مشغلہ رہا اس لئے انھیں امام الحرمین کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔

اس دوران نیشاپور اور ماوراء النہر میں حالات معمول پر آچکے تھے، عمید الملک کندری کی جگہ پر نظام الملک طوسی جیسا علم پرور اور ہوش مند وزیر سلطنت سلجوقیہ کی مسند وزارت کی زینت بنا تھا۔ اس نے قلمدانِ وزارت سنبھالتے ہی امام ابوالحسن اشعری پر خطبۂ جمعہ میں لعنت بھیجنے کی منحوس رسم بند کرادی، اشعری مسلک کے علماء کی عزت افزائی کی۔ جن بلند پایہ اشعری علماء نے ظلم وجبر اور ناقدری سے تنگ آکر خراسان، ماوراء النہر ترک کر دیا تھا انھیں عزت واحترام کے ساتھ واپس بلایا اور انھیں بڑے بڑے مناصب اور جاگیریں دیں۔

حالات معتدل ہونے کے بعد امام الحرمین بھی نیشاپور واپس تشریف لائے۔ نظام الملک طوسی نے ان کے شایان شان ان کا اعزاز کیا، ان کے لیے نیشاپور کا مدرسہ نظامیہ تعمیر کیا گیا، جو نظامیہ بغداد کے بعد دوسرا بڑا علمی مرکز تھا۔ تقریباً ۳۰ تیس سال تک پابندی سے نظامیہ نیشاپور میں علوم اسلامیہ کا درس دیتے رہے۔ ان کے حلقۂ درس نے اتنی مقبولیت حاصل کر لی کہ دوسرے درسی حلقے پھیکے پڑ گئے، طلبہ کے علاوہ ممتاز علماء اور اکابر بھی ان کے درس میں حاضر ہوتے۔ وفات تک منبر ومحراب، خطابت وتدریس میں ان کا طوطی بولتا رہا۔ ان کے حلقۂ درس میں بہ یک وقت تین سو طلبہ شریک ہوتے۔

امام الحرمین کو اللہ تعالیٰ نے مردم سازی اور مردم گری کا خاص ملکہ دیا تھا۔ ان کے حلقۂ درس سے ایک سے ایک علم کے آفتاب وماہتاب طلوع ہوئے۔ ان کی تعلیم وتربیت سے ایسے بلند پایہ ائمہ اور علماء پیدا ہوئے جنھوں نے علوم وفنون کی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔

امام الحرمین کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے۔ طبقات الشافعیہ کی کتابوں میں پانچویں اور چھٹی صدی کے بہت سے اعیان ومشاہیر کے حالات میں آتا ہے کہ انھوں نے امام الحرمین سے علم حاصل کیا، لیکن ان کے شاگردوں میں سب سے زیادہ شہرت امام غزالیؒ کو ہوئی۔ امام غزالی کے علاوہ ان کے دو اور چہیتے شاگرد تھے: (۱) امام کیا ہراسی عماد الدین ابوالحسن علی بن محمد بن علی طبری متوفی ۵۰۴ھ صاحب احکام القرآن، (۲) امام خوافی

وفات:

زندگی کے آخری مرحلہ یرقان کا شدید حملہ ہوا، چند روز صاحبِ فراش رہے پھر صحت یاب ہوگئے، حسب معمول درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ پھر دوبارہ یرقان کا حملہ ہوا، بخار میں مبتلا ہوئے، ضعف وناطاقتی آخری درجہ پر پہنچ گئی، صحت یابی کی امید میں ایک صحت بخش پرفضا مقام بشتنقان لیجایا گیا، لیکن ادنیٰ افاقہ نہیں ہوا، آخری وقت آپہنچا تھا، وہیں ۲۵ ربیع الآخر ۴۷۸ھ کی شب میں نماز عشاء کے بعد داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رات ہی میں جنازہ شہر نیشاپور لایا گیا، وفات کی خبر سے کہرام مچ گیا، صف ماتم بچھ گئی، بازار بند رہے، پورے شہر ومضافات پر غم واندوہ کے بادل چھا گئے، امام الحرمین کے صاحبزادے شیخ ابوالقاسم نے نماز جنازہ پڑھائی، ان کے مکان ہی میں تدفین ہوئی، جنازہ میں بے پناہ ہجوم تھا، شعراء نے مرثیے کہے، پورے عالم اسلام میں ان کی وفات کو بڑا خسارہ شمار کیا گیا۔

سیرت واخلاق:

امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بڑے متواضع، منکسر المزاج، رقیق القلب تھے۔ ہر چھوٹے بڑے سے انتہائی تواضع سے پیش آتے، کسی کو حقیر نہیں سمجھتے، ہر ایک کی بات بہت توجہ اور دھیان سے سنتے تھے۔ اگر کسی خورد کے اندر بھی فضل وکمال کا جوہر دیکھتے اس سے استفادہ کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے، اور برملا اس کا اظہار کرتے کہ مجھے یہ علمی نکتہ یا مسئلہ فلاں شخص سے حاصل ہوا۔

ان کی مجلس وعظ بہت پرتاثیر اور رقت انگیز ہوتی تھی، کوئی مؤثر شعر سنتے یا تھوڑی دیر موت وآخرت کا مراقبہ کرتے تو آنکھوں سے آنسو رواں دواں ہوجاتے۔ علوم صوفیہ میں بھی انھیں کمال حاصل تھا، اپنی مجلسوں میں جب وہ حقائق ومعارف پر کلام کرتے تو حاضرین پر گریہ طاری ہوجاتا۔

اپنے مشہور معاصر شیخ ابوالقاسم قشیری (مصنف الرسالۃ القشیریۃ) سے انھیں بہت مناسبت تھی، امام قشیری ان کا غیر معمول اکرام فرماتے۔

اللہ تعالیٰ نے انھیں فضل وکمال کے ساتھ دنیاوی عزت ووجاہت سے بھی خوب نوازا تھا۔ سلجوقی سلطنت کا وزیر نظام الملک طوسی ان کا غیر معمولی اکرام کرتا تھا۔ اوقاف کی نگرانی ان کے سپرد تھی، مجلس علمی کے صدر نشیں اور اہل علم کی آبرو تھے، ان کے حسنِ اخلاق اور مکارم سے عوام وخواص سب متاثر تھے۔

امام الحرمین کا زمانہ:

امام الحرمین کا دور پانچویں صدی ہجری کا ہے۔ ان کی پیدائش ۴۱۹ھ اور وفات ۴۷۸ھ میں ہوئی۔ پانچویں صدی میں عالم اسلام سیاسی انتشار اور لامرکزیت کی بدترین حالت میں تھا، خلافت عباسیہ کا نام ہی رہ گیا تھا۔ عالم

اسلام کے مختلف علاقوں میں مختلف علاقائی سلطنتیں قائم ہوچکی تھیں، ان میں باہم مناقشت اور خانہ جنگی رہتی تھی، عالم اسلام کی وحدت پارہ پارہ ہوچکی تھی۔

امام الحرمین ہی کے دور میں بنو بویہ کا زوال ہوا، فاطمیین مصر نے مرکز خلافت بغداد اور عراق پر اپنا تسلط قائم کرنا چاہا، لیکن سلجوقی سلاطین کے ظہور وعروج نے ان کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہونے دیا۔ بنو بویہ کے دور میں اہل سنت پسپا کیے گئے۔ رفض وتشیع کو فروغ دینے کی سرکاری طور پر کوشش کی گئی۔ سلجوقیوں کے عروج سے اہل سنت کو عزت حاصل ہوئی، ان کے عزائم بلند ہوئے۔

پانچویں صدی ہجری میں سیاسی انتشار کے باوجود علوم اسلامیہ میں غیر معمولی ترقی ہوئی، شہر شہر اور قریہ قریہ اہل فضل وکمال سے آباد تھا، ہر مسلم سلطنت وریاست اپنے یہاں اہل علم اور اہل کمال کو جمع کرنے کی کوشش کرتی، اس طرح بلاد اسلامیہ میں علوم اسلامیہ کی گرم بازاری اور علماء کی قدردانی ہوئی، بڑے بڑے مدارس ومراکز قائم کیے گئے، عالم اسلام میں علم کی ترقی اپنے عروج وکمال کو پہنچ گئی۔

پورے عالم اسلام میں مختلف مسلم فرقوں اور مسلکوں کے درمیان مناظروں کا بازار بھی گرم تھا، کہیں شیعہ سنی جھگڑا ہے، کہیں معتزلہ اور اشاعرہ کی آویزش ہے، کہیں حنابلہ اور اشاعرہ میں ٹھنی ہوئی ہے، کہیں احناف وشوافع کے درمیان معرکۂ مناظرہ قائم ہے۔

ہر انسان اپنے زمانہ اور ماحول سے شعوری یا غیر شعوری طور پر متأثر ہوتا ہے۔ امام الحرمین بھی اپنے دور کے حالات سے متأثر ہوئے۔ ان کی تصنیفات سے یہ تأثرات صاف جھلکتا ہے۔

امام الحرمین پر چند تنقیدات

مؤرخین اور تذکرہ نگاروں نے امام الحرمین کے فضل وکمال، رفعت وخدمات کا تفصیل سے تذکرہ کیا، اسی کے ساتھ ساتھ ان کے کمزور پہلوؤں کی بھی نشاندہی کی ہے۔

فقہ، اصول فقہ اور علم کلام میں امام الحرمین کی متعدد تصنیفات ہیں۔ ان علوم میں ان کی امامت ومہارت تسلیم کی جاتی ہے، لیکن حدیث اور علوم حدیث میں انھیں درجۂ کمال حاصل نہیں ہے۔ علم حدیث میں کمزوری کا الزام صرف ان پر نہیں ہے، بلکہ ان کے نامور شاگرد امام غزالی پر بھی ہے۔ امام ذہبی سیر أعلام النبلاء میں لکھتے ہیں:

امام الحرمین اپنی فرط ذکاوت اور فروع واصول مذہب میں امامت کے باوجود نہ متون حدیث سے کما حقہ واقف تھے نہ رجال حدیث سے۔ انھوں نے کتاب البرھان میں قیاس کے سلسلے میں حضرت معاذؓ کی حدیث کے بارے میں لکھا ہے کہ ''وہ صحاح میں مدون ہے، اس کی صحت متفق علیہ ہے''۔

حدیث معاذؓ کی صحت پر کلام کیا گیا ہے، لیکن اکثر فقہاء اور بہت سے محدثین اس کی صحت تسلیم کرتے ہیں۔

حدیث معاذ کی روایت بخاری ومسلم نے نہیں کی ہے، سنن ابی داؤد اور سنن ترمذی میں حدیث معاذ موجود ہے۔ حدیث معاذ کی صحت سے قطع نظر یہ واقعہ ہے کہ حدیث معاذ کے بارے میں محدثین میں دو آراء چلی آرہی ہیں۔ حدیث معاذ کی صحت متفق علیہ نہیں ہے۔

امام الحرمین کے بعض ناقدین نے لکھا ہے کہ انھوں نے اپنے سب سے ضخیم کتاب ''نہایۃ المطلب فی درایۃ المذہب'' میں صحیح بخاری کے حوالہ سے صرف ایک حدیث نقل کی ہے، وہ جہر بالبسملہ والی حدیث ہے، حالانکہ یہ حدیث صحیح بخاری میں موجود نہیں۔

شیخ ابوشامہؒ مقدسی شافعی نے ''المؤمل'' میں احادیث ضعیفہ سے فقہاء شافعیہ کے استدلال کرنے اور احادیث میں کمی بیشی کرنے پر گفتگو کرتے وقت لکھا:

''ابوالمعالی (جوینی) اور ان کے شاگرد ابوحامد (غزالی) کی کتابوں میں ایسا بہت ہے۔''

سمعانی نے الانساب (۳/ ۳۸۶) میں اور یاقوت حموی نے معجم البلدان (۲/ ۱۹۳) میں امام الحرمین کو قلیل الروایۃ قرار دیا ہے۔

علامہ تاج الدین سبکی نے امام الحرمین کا دفاع کرتے ہوئے قلت روایت اور حدیث سے ناواقفیت کے الزام کی صفائی دی ہے، اور اپنے استاذ امام ذہبی کے اس تجزیہ سے اتفاق نہیں کیا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس بارے میں سبکی کی صفائی کمزور ہے، امام الحرمین اپنے مقام امامت کے اعتبار سے فن حدیث میں کافی کمزور تھے، ان کی فقہی کتابوں میں بھی درایتی بحثیں تو بہت عمدہ ہیں، لیکن روایتی بحثیں بہت کم اور کمزور ہیں۔

امام الحرمین پر دوسرا بڑا انقد یہ ہے کہ وہ اپنی جلالت شان کے باوجود مسلکی تعصب میں گرفتار تھے۔ موصوف مسلکاً شافعی تھے، وہ نرے مقلد نہیں تھے، بلکہ کسی حد تک اجتہاد کے داعی تھے، جیسا کہ ان کی متعدد تصنیفات خصوصاً الغیاثی سے معلوم ہوتا ہے، اور فروعِ دین میں مسلک کی آزادی کے بھی داعی تھے۔ لیکن چوتھی اور پانچویں صدی میں ماوراء النہر میں مسلکی تعصب کا جو ماحول تھا اس کی پرچھائیاں امام الحرمین پر بھی پڑیں۔ ماوراء النہر کی صورت حال یہ تھی کہ احناف اور شوافع کے درمیان مناظراتی معرکہ گرم تھا۔ مسلکی تشدد بعض اوقات فتنہ وفساد کی شکل اختیار کر لیتا تھا، اگر کوئی شافعی مسلک قبول کر لیتا یا کوئی حنفی شافعی المسلک بن جاتا تو کشیدگی کا ماحول پیدا ہو جاتا۔ بات مسلک کی ترجیح سے آگے بڑھ کر مسلک کی دعوت وتبلیغ تک جا پہنچی تھی، اس ماحول کا اندازہ کرنا ہو تو طبقات الشافعیہ الکبری للسبکی (۵/ ۳۳۵ تا ۳۴۶) میں شیخ ابوالمظفر منصور بن محمد ابن السمعانی کے حالات پڑھیے۔ ان کے شافعی مذہب قبول کرنے کو بہت سے شوافع نے ایسا رنگ دیا ہے گویا وہ باطل سے تائب ہو کر حق پر آگئے۔ احناف نے اسے اپنی شکست اور اہانت سمجھا اور فریقین میں حد درجہ کشیدگی پیدا ہو گئی۔

بہرحال اس ماحول سے امام الحرمین بھی متأثر ہوگئے، انھوں نے مذہب شافعی کی ترجیح میں مغیث الخلق فی ترجیح القول الحق، تصنیف کی، اس میں مذہب شافعی کی ترجیح کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کیے۔ان کا مقام گرانے کے لیے کمزور استدلالات اور بے سروپا روایات کا سہارا لیا، امام یوسفؒ، امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کے تعلقات اور حریفانہ کش مکش کے بارے میں بے بنیاد واقعات اور روایات نقل کیں، جن کی تردید حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے ''توالی التاسیس بمعالی ابن ادریس'' میں بڑے پرزور انداز میں کی ہے۔''مغیث الخلق'' کی تردید میں متعدد علماء احناف نے رسالے لکھے۔ ماضی قریب کے علماء میں سے علامہ زاہد الکوثری مرحوم نے ''احقاق الحق بابطال الباطل فی مغیث الخلق'' کے نام سے مغیث الخلق کا فاضلانہ جواب تحریر کیا۔''البرھان فی أصول الفقہ'' میں بھی امام الحرمین نے متعدد مقامات پر امام ابوحنیفہؒ کی تنقیص کی، کہیں ان کے مجتہد ہونے کا انکار کیا، اور عربی زبان سے نابلد بتایا، کہیں انھیں زمرۂ فضلاء سے خارج قرار دیا۔(البرہان ۲/۱۷۹)

ماوراء النہر میں احناف وشوافع کی کش مکش امام الحرمین جیسے عبقری اور بلند گاہ شخص کے لیے اس بات کا جواز فراہم نہیں کرتی کہ وہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی شان میں گستاخی کریں، ماحول سے اتنے بڑے آدمی کا اس قدر متاثر ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔ البرھان کے محقق ڈاکٹر عبدالعظیم الدیب نے اس شبہ کا اظہار کیا ہے کہ شاید مغیث الخلق امام الحرمین کی تصنیف نہیں ہے، بلکہ ان کی طرف منسوب کردی گئی ہے، اور شاید البرہان کے وہ جملے بھی الحاقی ہیں جن میں امام ابوحنیفہؒ کی تنقیص کی گئی ہے لیکن یہ خیال ابھی خیال ہی کے درجہ کی چیز ہے، اس کے حق میں ابھی علمی دلائل فراہم نہیں ہوسکے ہیں، اگر الحاق اور غلط انتساب کی بات علمی دلائل سے ثابت ہوجائے تو امام الحرمین کا دامن اس دھبہ سے پاک ہوجائے گا۔

امام الحرمین کے بارے میں ایک شدید ترین نقد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو صرف عالم کلیات مانتے ہیں عالمِ جزئیات نہیں مانتے، ان پر یہ الزام ''البرھان فی أصول الفقہ'' کی ایک عبارت کے حوالہ سے لگایا جاتا ہے۔ امام مازری مالکی شارح البرہان نے اس موقع پر امام الحرمین پر شدید ترین نقد کیا ہے، اور تفصیل سے یہ بات ثابت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احاطہ علم میں کلیات اور جزئیات سب کچھ ہیں، علامہ تاج الدین سبکی نے اس مسئلہ پر بہت تفصیل سے کلام کیا ہے، اور امام الحرمین کی متعدد کلامی کتابوں کے حوالہ سے یہ بات ثابت کی کہ وہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کو صرف عالم کلیات نہیں مانتے ہیں بلکہ کلیات اور جزئیات سب کا عالم مانتے ہیں، اس کے بعد سبکی نے البرہان کی متنازعہ عبارت کی بہت لمبی تشریح کی ہے۔ امام الحرمین جیسے بلند پایہ متکلم کے بارے میں یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا کہ وہ اس طرح کا گمراہانہ عقیدہ رکھتے ہوں گے، خصوصاً جب کہ ان کلامی کتابوں سے مسئلہ صاف ہوجاتا ہے، لیکن البرہان میں ان کی عبارت حد درجہ مغالطہ انگیز ہے، اسی لیے امام مازری جیسے باکمال فاضل کو اس سے غلط فہمی ہوئی۔

مصادر ومراجع

(۱) ذھبی ۷۴۸ھ سیر اعلام النبلاء ج ۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۱۳ھ ۴۶۸ تا ۴۷۷ نواں ایڈیشن ۱۹۹۳ء
(۲) ذھبی ,العبر فی خبر من غبر ۳, پہلا ایڈیشن کویت ۷۴۸ھ ,ص/ ۲۹۱
(۳) سمعانی ,الانساب جلد, ۳دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد,ص ۳۸۶۔ ۳۸۷ ، پہلا ایڈیشن
(۴) ابن خلکان ,وفیات الاعیان/ ۳,دارصادر بیروت ۶۸۱ھ ,ص ۱۶۷۔ ۱۷۰
(۵) ابن عساکر,تبیین کذب المفتری ,بیروت ۱۹۷۹ء ص ۲۷۸۔ ۲۸۵
(۶) ابن الاثیر ,الکامل فی التاریخ جلد ۱۰، دارصادر بیروت ,ص ۱۴۵، ۱۳۹۹ھ۔ ۱۹۷۹ء
(۷) تاج الدین سبکی ,طبقات الشافعیۃ الکبریٰ جلد ۱۰، داراصادر بیروت ,ص ۱۳۹۹, ۱۴۵ھ ۱۹۷۹ء
(۸) جمال الدین اسنوی ,طبقات الشافعیۃ جلد ۱ ,طبع اول بغداد ۱۳۹۱ھ ,ص ۴۰۹۔ ۴۱۲
(۹) ابن قاضی شہبہ ,طبقات الشافعیۃ جزء اول , (۸۵۱ھ),ص ۲۵۵، ۲۵۶، عالم الکتب بیروت طبع اول ۱۴۰۷ھ
(۱۰) ابن کثیر ,البدایۃ والنہایہ جلد, ۱۲ دارالفکر العربی قاہرہ ,ص: ۱۲۸۔ ۱۲۹ طبع دوم
(۱۱) ,ابن تغري بردی ,النجوم الزاھرۃ فی ملوک ,طبع اول قاہرہ ,مصر والقاھرۃ ,جز ۵۔ ص ۱۲۱
(۱۲) یاقوت حموی ,معجم البلدان جلد ۲/ص ۱۹۳ دارصادر بیروت
(۱۳) ابن جوزی ,المنتظم جلد ۸/ص ۱۸۔ ۲۰ پہلا ایڈیشن حیدرآباد ۵۹۷ھ
(۱۴) یافعی ,مرآۃ الجنان جلد ۳,طبع اول دائرۃ المعارف ,ص/ ۱۲۳۔ ۱۳۱، العثمانیہ حیدرآباد ۱۳۳۸ھ
(۱۵) تقی الدین فارسی ,العقد الثمین فی التاریخ ,طبع اول قاہرہ (۸۳۲ھ) البلد الامین ,۱۳۸۵ھ ۱۹۶۶ء جلد ۵/ص/ ۵۰۷۔ ۵۰۸
(۱۶) عبدالحئ فرنگی محلی ,الفوائد البھیئۃ ص/ ۲۴۶
(۱۷) زاہد الکوثری ,احقاق الحق ,طبع اول ۱۳۶۰ھ مطبعۃ الأنوار قاہرہ
(۱۸) عبدالعظیم الدیب الغیاثی (مقدمہ محقق) طبع اول قطر ص/ ۲۳ تا ۱۵۱
(۱۹) عبدالعظیم الدیب البرہان فی اصول الفقہ اول ,طبع اول ۱۳۹۹ھ (مقدمہ محقق) ص/ ۲۱ تا ۷۸